پاکستان کی بقا، استحکام اور فتنہ وفساد سے بچاؤ کے لئے خاص طور پر دعائیں کی جائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹؍ستمبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت اور ترجمہ بیان فرمایا:-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۖ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (اٰل عمران: ۱۰۲ تا ۱۰۴)

اور جو شخص اللہ کی پناہ لے لے تو (سمجھو کہ) اسے سیدھی راہ پر چلا دیا گیا۔ اس لئے اے ایماندارو! اللہ کا تقویٰ اس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو اور زندگی کے آخری سانس، موت کی گھڑی تک اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبردار بنے رہو۔

اور تم سب (کے سب بغیر کسی استثناء کے) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور پراگندہ اور متفرق مت ہو اور اللہ کا احسان (جو اس نے) تم پر (کیا) ہے یاد رکھو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے مگر اس نے تمہیں

اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات (و ہدایات) کو بیان کرتا ہے تا کہ تم (راہِ) ہدایت (اور صراط مستقیم پر چل کر کامیابیوں) کو پالو۔

میں نے پچھلے خطبہ میں چند دعائیں کرنے کی بھی تحریک کی تھی۔ ان میں سے ایک دعا کی تحریک یہ تھی کہ دوست اپنے ملک کے استحکام اور بقا نیز شر پسندوں کی شرارتوں سے بچاؤ کے لئے دعا کرتے رہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کے دشمنوں کے منصوبے اپنی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ جو لوگ بظاہر ملک کے دوست ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں بھی وطن کی محبت نہیں پائی جاتی کہ جس کے نتیجہ میں قومیں پنپتی اور ترقی کرتی ہیں چنانچہ ذاتی مفاد اور ذاتی رنجشوں کی پرواہ زیادہ ہے اور ملک کے اتحاد اور یک جہتی کی پرواہ کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے ایک لمبا، وسیع اور نہایت ہی حسین مضمون بیان فرمایا ہے میں اس کے ایک پہلو کی طرف آج جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں لیکن قبل اس کے کہ میں اصل مضمون کی طرف آؤں۔ میں یہ بات تمہیداً بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے نزدیک ہمارا یہ ملک بحیثیت قوم دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ قوم کا ایک حصہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو پہچانتے ہوئے اور اس کی عظمت اور جلال کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہر چیز کے لئے اسی کی طرف جھکتا اور ہر شر سے بچاؤ کے لئے اسی کی پناہ میں آتا یا مجھے یوں کہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس ملک کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کی اکثریت (سارے نہیں کیونکہ ہمارے ملک میں کچھ غیر مسلم بھی آباد ہیں) خود کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتی ہے وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ وہ مسلمان کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف بھاگنے کی بجائے ان کے چہروں کا رخ اور طرف ہوتا ہے اور ہر خیر کا منبع اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم فیوض کو سمجھنے کی بجائے وہ خیر کا منبع کہیں اور تلاش کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ

مسلمان ہیں، خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن اسلام کے یہ معنے کہ اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دینا حتیٰ کہ اپنی گردن بھی اس کے آگے رکھ دینا کہ اگر خدا کی راہ میں وہ جاتی ہے تو جائے خدا کا پیار اور اس کی رضا مل جائے، ان کی زندگیوں میں اس قسم کا کوئی رنگ اور اسلام کے یہ حقیقی معنے جھلکتے نظر نہیں آتے۔

بہر حال جب وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو اس معنی میں ہم بھی ان کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ ان کو دعا کی طرف، ان کو اعتصام باللہ کی طرف، ان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی طرف، ان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے حصار میں محصور ہونے کی طرف توجہ یا تو سرے سے ہوتی ہی نہیں یا اگر ہوتی بھی ہے تو بہت کم ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے نا آشنا اور اس کے فضل جذب کرنے کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے اب ساری قوم کی ذمہ داری جہاں تک دعاؤں کا تعلق ہے وہ ہمارے کندھوں پر آ پڑی ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے ہمارے ملک کا ایک گروہ تو وہ ہے جو خدا کی عظمت اور جلال کی معرفت اور عرفان رکھتا اور اس کی تمام صفات حسنہ کا علم رکھتا ہے اور ہر ضرورت کے وقت اسی کی طرف جھکتا اور اسی کا سہارا لیتا ہے اور ہر شر سے بچنے کے لئے اسی کی پناہ میں آنے کے لئے انتہائی کوشش کرتا ہے۔ مگر ایک دوسرا گروہ جو ہے اس کی یہ حالت نہیں ہے۔ تاہم ان میں سے بعض لوگوں کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح جھٹپٹے کا وقت ہوتا ہے شاید اسی طرح کی روشنی میں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو دیکھنے والے بھی ہوں، اس کی طرف توجہ بھی کرتے ہوں لیکن ہمارے نزدیک وہ بھی تقویٰ کی راہوں کو اس کی ساری شرائط کے ساتھ قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ میں نے حالات کا یہ تجزیہ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ جس حد تک ہم نے قرآن کریم کو سمجھا ہے ہم نے تو اسی کے مطابق بات کرنی ہے۔

میں نے گذشتہ خطبہ میں مختصراً یہ بتایا تھا اور جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ملک کے استحکام کے لئے بہت دعائیں کی جائیں کیونکہ دعائیں کرنے کی اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈنے کی اس سے مدد مانگنے کی اور اسی کے سہارے کامیابیوں کے حاصل کرنے کی امید اور آخرت میں سرخرو ہونے کی توقع رکھنے کی اصل ذمہ داری جماعتی لحاظ سے ہمارے نزدیک ہمارے اوپر

عائد ہوتی ہے۔اس لئے ہمیں یہ دعا بھی کرنی چاہیئے کہ ہمارے جو دوسرے بھائی ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس کی حفاظت اور پناہ میں آنے کی کوشش کریں۔

اس وقت میں نے آیت کا ایک ٹکڑا اور دو پوری آیات تلاوت کی ہیں۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا ہی وسیع مضمون بیان فرمایا ہے۔ اس میں ایک بنیادی بات جسے بڑا نمایاں کر کے ہمارے سامنے رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مذہبی تاریخ میں بھی ہوتا آیا ہے کہ انسانوں کے گروہ آگ کے گڑھے کی طرف دھکیل دیئے جاتے رہے۔ وہ دیکھ رہے ہوتے تھے کہ سامنے آگ کا گڑھا ہے جس میں آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور اس کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔ یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر اب تک دنیا میں یہی نظارہ دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ بعض دفعہ جماعت مومنین کا امتحان لینے کے لئے اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیار کے اظہار کے لئے اور بعض دفعہ فسق و فجور یا کفر و نفاق کی سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ قوموں نے اور جماعتوں نے خود کو آگ کے گڑھے کے کنارہ پر دیکھا۔

چنانچہ ایک آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے بھی تیار کی گئی تھی (محبوبیت کے اظہار کے لئے) اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نفس کو اور اپنے وجود کو اس آگ کے کنارہ پر دیکھا تھا۔ پھر ایک اور مخالفت کی آگ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لئے بھی جلائی گئی اور بھڑکائی گئی تھی تا ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ ختم المرسلین سے کس قدر عظیم محبت رکھتا ہے۔ اس وقت اس چھوٹی سی جماعت نے خود کو عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (آل عمران: ۱۰۴) پایا تھا اور اس کے برعکس ایک آگ وہ بھی تھی جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک تجلی کے طور پر بغداد کی حکومت کو تہس نہس کرنے کے لئے ہلاکو خان کے ذریعہ جلائی گئی تھی۔ کہتے ہیں اس بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھ کر اور مسلمان قوم کو اس کے کنارہ پر کھڑا پا کر خدا کے ایک بندہ نے خدا کے حضور عاجزانہ التجا کی تھی کہ اے ہمارے رب کریم! تیرے یہ بندے آگ کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔ تو اپنے فضل سے ان کو

آ گ سے بچا اور ان کی حفاظت کے سامان پیدا کر تو ان کے کان میں آسمان سے یہ آواز پڑی تھی اَيُّهَا الْكُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ ۔ یعنی اے کفار فاسقوں کو قتل کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب بھی ہے چنانچہ کبھی لوگوں کو عذاب دینے کے لئے آگ بھڑکتی ہے۔

پس آگ خواہ کسی قسم کی ہو وہ نیک بندوں کو بظاہر جلانے کے لئے ناسمجھ، جاہل اور خدا سے دور لوگوں کی طرف سے جلائی گئی ہو لیکن جو محبت کا نور بن گئی یا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے قہر کی آگ ہو۔ ہر دو صورتوں میں اس سے بچنے کا طریق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (۱) اعتصام باللہ اور (۲) تقویٰ اللہ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اللہ کی حفاظت کو حاصل کرو تو اس آگ سے بچ جاؤ گے خواہ وہ خدا کے غضب کی آگ ہو یا مومنوں کا امتحان لینے کے لئے آگ جلائی گئی ہو۔ ہر دو صورتوں میں یہ خدا تعالیٰ کی پناہ ہی ہے جو اس آگ کی تپش اور اس سے جھلس جانے سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زورِ بازو سے اس آگ سے محفوظ نہیں رہے تھے جو ان کو جلانے کے لئے بھڑکائی گئی تھی اور نہ ہی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اپنی ذاتی قوت اور طاقت یا اپنی دولت اور اقتدار کے نتیجہ میں کفار کی بھڑکائی ہوئی آگ سے محفوظ رہے تھے۔ یہ تو خدائے ذوالعرش کا فضل تھا جس نے یہ اعلان فرمایا تھا تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (اللّھب: ۲) اللہ تعالیٰ نے ہر دو موقعوں پر فرشتوں کو بھیجا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے وہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کامیابی اور ترقی کا ذریعہ بن گئی۔ پھر اس نبی کی قوم نے (یونسؑ کی قوم) جو ساری کی ساری خدا کے غضب سے محفوظ ہو گئی تھی اس نے (تمثیلی زبان میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ) اپنے آنسوؤں سے خدا کے پاؤں کو پکڑ لیا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو قہری عذاب سے بچایا تھا۔

پس ان آیات میں ایک چیز جو نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے آپ کو یا کسی اور کو آگ کے کنارہ پر کھڑا دیکھو گے تو اس آگ سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے جو تمہیں اپنی تاریخ میں بھی اور انسانی زندگی میں بھی نظر آئے گا اور وہ ہے اعتصام باللہ اور

تقویٰ اللہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان چمٹ جائے اور اس کی پناہ میں آ جائے اور وہ ان کا ذمہ لے لے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کسی کو کیسے نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اگر انسان خدا کو اپنی ڈھال بنا لے تو دشمن کے تیر اس تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ کیا خدا تعالیٰ کی ڈھال کو چھیدنے والا کوئی تیر اس دنیا میں پایا جاتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

پس اس وقت حالات بتا رہے ہیں اور ہر صاحب فراست کو یہ نظر آ رہا ہے کہ ہماری قوم شعلہ زن آگ کے کنارہ پر کھڑی ہے ان حالات میں ہماری دوہری ذمہ داری ہے۔

ایک ذمہ داری تو یہ ہے کہ ہم یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سارے کے سارے پاکستانی شہریوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ قرآن کریم کی اس تعلیم کو سمجھیں کہ بھڑکتی ہوئی آگ سے بچانا صرف خدا کا کام ہے۔ پس یہ آگ جو اس وقت ملک میں بھڑک رہی ہے خدا کرے لوگوں کو یہ نظر بھی آنے لگ جائے اور یہ حقیقت بھی ان پر عیاں ہو جائے کہ اس آگ سے سوائے خدا کے اور کوئی نہیں بچا سکتا اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اس کی باتوں کو سنیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ دوسری ذمہ داری ہماری اپنی جماعت کی ہے کیونکہ اگر ملک میں آگ لگے تو ہماری جماعت بھی چونکہ ملک اور قوم کا ایک حصہ ہے اس کو نقصان پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لئے میں جماعت سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے اپنے ماحول کی حفاظت کے لئے اور ان نعماء کی حفاظت کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے محض احسان کے نتیجہ میں عطا فرمائی ہیں اور جن کا کوئی شمار نہیں ہے عاجزانہ طور پر اپنے رب کریم کے حضور جھکو اور اپنے آنسوؤں سے اس کے قہر کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرو اور خدا سے ذاتی تعلق پیدا کر کے اس کی گود میں اپنے لئے جگہ بناؤ تا کہ اس کا پیار اور اس کی رحمت جوش میں آئے اور جو کامیابیاں اس کے بندوں کے لئے مقدر کی گئی ہیں (جن کی طرف ان آیات میں بھی اشارہ ہے وہ کامیابیاں) ہمارے حصہ میں بھی آئیں ہمارے مقدر میں بھی ہوں۔

ان آیات میں جو دوسری بات نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس کے پیدا کردہ بندوں سے ایسے

اختلاف نہیں رکھتا جو ان کے لئے مضرت کا باعث اور قوم و ملک کے اتحاد یک جہتی کے لئے نقصان دہ اور انتشار کا موجب ہوں۔ وہ ایسے اختلافات کو مٹا دیتا ہے کیونکہ اعتصام باللہ کے نتیجہ میں تفرقہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ اعتصام کا لازمی نتیجہ ہے۔ اب جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور اس کی صفات حسنہ کی معرفت حاصل کر لی وہ اس کی مخلوق سے نفرت کے ساتھ کیسے پیش آ سکتا ہے یا لوگوں کے لئے شفقت اور ایثار کے جذبات کیسے نہیں رکھ سکتا؟

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا مومنو! تمہارے اندر تفرقہ نہیں ہونا چاہئے تاہم ایک تفرقہ تو وہ ہے جو فطرتی ہے وہ تو ہونا چاہئے۔ اس قسم کے تفرقہ سے میری مراد فطرتی اختلاف کا پایا جانا ہے یہ اختلاف تو انفرادیت کو اجاگر کرنے والا ہے۔ مثلاً ایک باپ کے بچے ایک قسم کی فطرت، ایک قسم کے اخلاق، ایک قسم کی ذہنیت اور ایک جیسا حافظہ لے کر پیدا نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ ان کی شکلوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے لیکن یہاں وہ اختلاف مراد ہے جو بنی نوع انسان کے لئے رحمت کا موجب تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اختلاف ان کے لئے رحمت کا موجب ہوگا۔ مگر شیطان آتا ہے اور اس اختلاف کو اس کے لئے رحمت کی بجائے زحمت اور ہلاکت کا موجب بنانے کی کوشش کرتا ہے اس اختلاف سے جو انسان کے لئے رحمت کی بجائے ہلاکت اور تباہی کا باعث ہو، اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کیونکہ اعتصام کے بعد یعنی جب کہ خدا کو پہچان لیا، اس کے جلووں میں تنوع کی جھلک کا مشاہدہ کر لیا جب اس کی عظمت اور جلال کے نتیجہ میں اس کا خوف دل میں پیدا ہو گیا اور جب اس کی صفات حسنہ نے دل میں اس کے لئے انتہائی محبت کا سمندر موجزن کر دیا تو اس کی مخلوق کے ساتھ انسان کی شفقت اور پیار خود بخود قائم ہو جانا چاہئے اور قائم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اعتصام باللہ کا طبعی فطرتی نتیجہ ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ اختلاف جو تفرقے اور انتشار کا باعث ہے وہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ تقویٰ کا فقدان ہے۔ زبان سے دعویٰ کرنا آسان ہے مگر عمل سے ثابت کر دکھانا مشکل ہے۔

پس ہماری جماعت کے ہر مرد و زن کا یہ فرض ہے کہ وہ محض زبانی دعویٰ پر انحصار نہ کریں

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں زبانی دعووں سے حاصل نہیں ہوا کرتیں۔ وہ تو عمل کو دیکھتا ہے۔ اس کی نظر تو انسان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے اور وہاں نیکی اور طہارت کو تلاش کرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو انسان کے دل میں خلوص اور باطنی پاکیزگی نظر آ جائے تو وہ اس سے پیار کرتا اور اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے اگر انسان کے اندر ان چیزوں کا فقدان ہو تو وہ اس کے ظاہری دعووں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ انہیں شیطان کی ایک شکستہ وخستہ، گندی اور سڑی ہوئی چیز سمجھ کر پرے پھینک دیتا ہے۔

پس میں جماعت احمدیہ کے ہر چھوٹے اور بڑے، ہر جوان اور بوڑھے اور ہر مرد اور عورت سے کہتا ہوں کہ تم بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرو تا ایسا نہ ہو کہ آج ملک میں جو فتنہ فساد ہمیں نظر آ رہا ہے تباہی اور انتشار کی بھڑکتی ہوئی جس آگ کو ہم دیکھ رہے ہیں، اس کے شعلوں کی لپیٹ میں ہم میں سے بھی کوئی آ جائے کیونکہ بسا اوقات جو ظالم نہیں ہوتا وہ بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ اس کا بھی قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے وہ ایک اور مضمون کے ضمن میں ہے اس کی تفصیل میں مَیں اس وقت نہیں جا سکتا۔

میرے سامنے اب بڑی کثرت سے یہ باتیں آنے لگ گئی ہیں کہ بعض خاندانوں یا بعض افراد میں دُنیا داری زیادہ آ گئی ہے۔ ابھی کل ہی میں ایک خط پڑھ رہا تھا اس میں لکھا تھا کہ خاوند کا بیوی سے اس بات پر جھگڑا ہو گیا ہے کہ بیوی زیادہ جہیز نہیں لائی۔ میرا شرم کے مارے سر جھک گیا۔ میں کہتا ہوں جب تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں کو پکڑ لیا تو پھر اپنی بیوی سے یہ کیوں کہتے ہو کہ چونکہ جہیز ہمارے مطلب کا لے کر نہیں آئی اس لئے ہم تجھے تنگ کریں گے۔

اسی طرح بعض عورتیں اپنے خاوندوں کو تنگ کرتی ہیں ۔بعض امیر لوگ ہیں جو اپنے غریب بھائیوں کو تنگ کرتے ہیں یا ان کی عزت نفس کا خیال نہیں رکھتے۔

تاہم میں بعض لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمیں بحیثیت جماعت ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ یہ مقام ہمیں خدا کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ ہی ملا ہے غرض میں مخلصین جماعت کی بات نہیں کر رہا۔ میں جماعت کے

کمزور لوگوں کی بات کر رہا ہوں لیکن چونکہ ہمیں یہ الٰہی حکم ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا یعنی بغیر استثناء کے تم سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اس کی پناہ میں آ جاؤ اس لئے میں نے استثناء کا ذکر کیا ہے۔ اس غرض سے کہ یہ استثناء بھی جماعت میں نہیں رہنے چاہئیں یا تو ان کی اصلاح ہو جانی چاہئے اور یا ان کو چاہئے کہ وہ خود ہی جماعت کو چھوڑ دیں۔ ہمارا اس شخص سے آخر کیا واسطہ ہے جو خدا کی آواز کو نہیں سنتا۔ جو اعتصام باللہ نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی راہوں کو اختیار نہیں کرتا اور جو شیطانی تفرقے کی راہوں کو اختیار کرتا ہے؟ ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جَمِيْعًا فرما کر سب کے اوپر ذمہ داری ڈالی ہے۔ اس لئے ساری جماعت کا یہ فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی اس قسم کا گند اور بھیانک استثناء نظر آئے اس آدمی کو سمجھائیں اور اس طریق سے سمجھائیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے اور جس کے متعلق اس نے فرمایا ہے کہ وہ احسن اور پر حکمت ہونا چاہئے یعنی ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے سب سے اچھا طریق اختیار کرنا چاہئے تاہم ایسے استثنائی احمدیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اگر وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے تو جماعت احمدیہ میں ان کی کوئی جگہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

پس جماعت کو سارے تفرقے مٹا کر یکجان ہو جانا چاہئے جس طرح جسم کے اعضاء ہوتے ہیں اسی طرح انہیں آپس میں متحد ہو جانا چاہئے۔ دوستوں کو یاد ہوگا میں نے ۱۹۶۷ء میں اپنے یورپ کے دورے میں اس سوال کے جواب میں (جو ازراہ شرارت کیا گیا تھا اور جس کا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جواب سمجھا دیا تھا) یہ کہا تھا کہ خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے اور سوال کا جواب بھی یہی تھا مثلاً زید یا بکر یا عبداللہ یا اسماعیل یا داؤد مختلف ناموں سے مرد امۃ اللہ یا امۃ الرفیق یا نصرت جہاں یا آمنہ یا خولہ قسم کے ہزاروں نام ہیں جن سے عورتیں پکاری جاتی ہیں۔ لوگوں کے یہ نام دراصل حقیقت کے ایک پہلو پر روشنی ڈالنے کے لئے رکھے جاتے ہیں لیکن حقیقت کا ایک پہلو ساری کی ساری حقیقت کو چھپا نہیں دیا کرتا۔ پوری حقیقت یہی ہے کہ جماعت کا ایک وجود ہے مثلاً ہمارے ہاتھ کی (چار انگلیاں اور ایک انگوٹھا مل کر) پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ جس طرح کسی شخص کا انگلی

کہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس کے وجود کا حصہ نہیں ہے اسی طرح زید یا بکر کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شخص جماعت کے وجود کا حصہ نہیں ہے۔

پس میں جماعت سے ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ تم ہر قسم کے تفرقوں کو مٹا دو کیونکہ اس کے بغیر تمہیں اللہ تعالیٰ کی برکتیں نہیں مل سکتیں۔ یہ وقت اتحاد اور اتفاق کا ہے یہ وقت ملک کی یکجہتی اور سلامتی کے لئے قربانیاں دینے کا ہے۔ تباہی کی آگ شعلہ زن ہے ہر سو فتنہ و فساد نظر آ رہا ہے۔ پس ایسی صورت میں ہمارے دلوں میں اتحاد کے اس جذبہ کو یکجہتی کی اس روح کو اور ایک وجود ہونے کے اس احساس کو پہلے سے بھی زیادہ جوش مارنا چاہیئے جس کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان آیات کریمہ میں تعلیم دی ہے۔

ہماری جماعت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اس نے خود سلامت رہنا ہے اور دنیا کو سلامتی بخشنی ہے۔ اس لئے تم اپنی سلامتی کے لئے اور اس مقصود کے حصول کے لئے جس کے لئے تم بہ حیثیت جماعت پیدا کئے گئے ہو یعنی غلبۂ اسلام کے لئے اپنے سارے اختلافات کو مٹا کر اور لڑائی جھگڑوں کو دور کر کے ایک ہو جاؤ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کل آپ سے اللہ تعالیٰ کیا قربانی لے گا لیکن آج میں یہ بتا سکتا ہوں کہ آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہ ہلاکت کی آگ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر بچنا مشکل ہے۔

پس قرآن کریم کی زبان میں مَیں تم سے یہ کہوں گا وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران:۱۰۴) تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو۔ اسی طرح میں یہ بھی کہوں گا کہ تم حَقَّ تُقٰتِہٖ (آل عمران: ۱۰۳) کی رو سے تقویٰ اللہ کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو تا کہ تم خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ سے بچ جاؤ اور اگر یہ آگ اس کی طرف سے بطور امتحان کے ہے تو تم اس میں کامیاب ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ رحمتیں حاصل کر سکو اور غلبۂ اسلام کے دن قریب سے قریب تر آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)